AL-ILM Journal

Volume 6, Issue 2

ISSN (Print): 2618-1134
ISSN (Electronic): 2618-1142

Issue: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/
URL: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/

Title ایمان بالرسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اُس کی عصری معنویّت
(کتاب الشفاء للقاضی عیاضؒ کا اختصاصی مطالعہ)

Author (s): Dr. Hafiz Muhammad Saad ullah

Received on: 10 June, 2022
Accepted on: 20 September, 2022

Published on: 10 December, 2022
Citation: English Names of Authors, " Emaan Bil Rasool aur Uski Asri Manwiyat(Kitab ul Shifa lil Qazi Ayyas ka Akhtasasi Mutlaya", AL-ILM 6 no 2 (2022):1-19
Publisher: Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot

ایمان بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُس کی عصری معنویّت

(کتاب الشفاء للقاضی عیاضؒ کا اختصاصی مطالعہ)

ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ*

ABSTRACT

Our belief on the last Prophet PBUH demands that we not only accept and acknowledge your teachings but follow them unconditionally. All the problems related to our social, economical, political, educational, industrial and internation relationships need guidance from the Holy Prophet PBUH to resolve completely. This paper deals with the seerah book " Kitab ul Shifa by Qazi Ayyaz" and the arguments related to the belief on Holy Prophet PBUH and its contemporary importance. The life of Holy Prophet PBUH is a source of guidance for all the spheres of life If we want to secceed in this world and hereafter we have to follow him unconditionally. The key behind the success of Muslim Ummah is the love, faith and blind following of the last Prophet PBUH. Today if we want to achieve that lost position among the world nations we should obey the orders of the last Holy Prophet Hazrat Muhammad PBUH.

Key Words: Prophet, Muhammad, Al-Shifa, Qazi Ayyaz, Faith

اللہ کریم کے آخری، دائمی، آفاقی رسول اور خاتم النبیّین حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے اُمت / انسانیت پر اعتقادی، فکری، نظریاتی، علمی، سماجی معاشرتی معاشی سیاسی، اخلاقی، تربیتی بے حد و حساب احسانات کے بدلے میں امت پر جو آپ کے حقوق عائد ہوتے ہیں اُن میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی بے مثل علمی تحقیقی مدلل اور ایمان افروز تصنیف "کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء" کے مطابق سرِ فہرست حق آپ کی ذات پر ایمان لے آنا اور جو تعلیمات / دین آپ لے آئے ان کی صداقت و حقانیت پر ایمان لے آنا، دل و جان سے ان کی تصدیق کرنا اور ان پر عمل پیرا ہونے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ، سوچ بچار اور شرمساری کا شکار نہ ہونا بلکہ بڑے فخر سے، بڑی عقیدت و محبت سے انہیں حرزِ جاں بنانا اور انہیں اپنی کامیابی کا ضامن سمجھنا ہے۔ قاضی عیاضؒ آپ کی پر ایمان لانے کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"هو تصديق نبّوته و رسالة الله له و تصديقه فی جميع ماجاءبه وما قاله و مطابقة تصديق

---

*سابق ایڈیٹر اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

القلب بذالک شہادۃَ اللسان باتّہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فاذا اجتمع التصدیق بہ بالقلب والنطق بالشہادۃ بذالک باللسان تمّ الایمان بہ والتصدیق لہ"

وہ آپ کی نبوّت کی تصدیق کا نام ہے یعنی آپ کو اپنے دعوائے نبوّت میں سچا سمجھنا ہے اور آپ کے لیے اللہ کی رسالت / پیغامبری کی تصدیق کرنا ہے کہ اللہ نے آپ کو تمام کائنات کی طرف اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے اور ساتھ ہی ان تمام چیزوں میں آپ کی تصدیق کرنا یا آپ کو سچّا سمجھنا ہے جو آپ لے آئے اور جو کچھ آپ نے کسی بھی حوالے سے فرمایا یا جو کچھ زبانِ نبوّت سے نکلا اس کو سچا سمجھنا ہے۔ یعنی دل کی اتھاہ گہرائیوں سے یہ باور کرنا کہ جو بات زبانِ رسالت سے نکلی ہے وہ کبھی غلط اور جھوٹ نہیں ہو سکتی۔ پھر ایمان بالرسول میں یہ امر بھی داخل ہے کہ دل سے آپ کی نبوّت و رسالت کی تصدیق کے ساتھ ساتھ زبان سے بھی برملا اس بات کا اقرار اور اعتراف کیا جائے کہ آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں پھر جب دل کے ساتھ آپ کی نبوّت ورسالت کی تصدیق اور زبان سے اس کی گواہی دونوں چیزیں جمع ہوں گی تب جا کر آپ پر ایمان اور آپ کی تصدیق مکمل ہو گی۔

پھر آگے اسی اجمال کی نقلی و عقلی دلائل اور قرآن وحدیث کی رو سے تفصیل بیان کی گئی ہے۔

ایمان بالرسول کا تقاضا ہے کہ اس بات کا اعتقاد اور یقین رکھا جائے کہ عصرِ حاضر میں اور قیامت تک انسانیت کو درپیش مسائل اور چیلنجز کا حل تعلیماتِ نبوی میں ہی ہے۔ معیشت، معاشرت، حکومت، سیاست، ریاست، تجارت، صنعت، تعلیم، خاندانی مسائل، تمام معاملاتِ زندگی اور بین الاقوامی امور کے حوالے سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زبان وحی ترجمان سے جو کچھ صادر ہوا ہے، اس کی افادیت، خیر وبرکت، نفع بخشی، نتیجہ خیزی اور زندگی میں کامیابی وکامرانی اتنی ہی یقینی ہے جتنا مشرق کی طرف سے سورج کا نکلنا یقینی ہے۔ ورنہ "جُعِلَ الذّلّۃ والصّغار علیٰ من خالف امری"(صحیح بخاری) کے فرمانِ نبوی کے مطابق ڈیڑھ ارب سے زائد کی تعداد میں ہونے اور تمام وسائل سے مالامال ہونے کے باوجود ذلّت وخواری، کمزوری، محکومی، مقہوری اور مجبوری ہمارا مقدّر ہو گی۔

اللہ جلّ جلالُہ و عمّ نوالُہ و عزّ شانُہ وتمّ برھانُہ کے محبوب اور آخری نبی ورسول ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے خداداد فضائل و مناقب، وھبی و

کسبی، خَلقی و خُلقی کمالات، امتیازات، اعزازات، دنیوی واخروی بدنی وروحانی اور ظاہری وباطنی خصائص، شمائل، خصائل، محاسن اخلاق، کرامات، مقام و مرتبہ، صفاتِ حسنہ، عاداتِ شریفہ، اوصافِ حمیدہ اور سیرت طیبہ کے موضوع پر عالم اسلام کے مایۂ ناز مالکی فقیہ اور جلیل القدر محدّث قاضی ابوالفضل عیاض الیحصبی الاندلسی (م ۵۴۴ھ) نے اپنی منفرد، لاجواب، بے نظیر، مدلّل، مستند ترین اور اخلاص وللّٰہیت، درد و سوز اور عشق و محبتِ رسول ﷺ سے معمور اور فضائل و محاسن نبوی کی شاہکار اور بارگاہِ نبوی میں مقبول و پسندیدہ کتاب "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء" کو بنیادی طور پر چار بڑی قسموں / حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پھر ہر قسم کے ذیل میں مختلف ابواب قائم کرتے ہوئے ہر باب کے اندر کئی کئی فصلیں قائم کرکے درجہ بالا مضامین کو انتہائی احسن اور محدّثانہ اسلوب میں بڑے کامیاب اور لائق تحسین انداز میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ فاضل موصوف نے پہلی قسم کے چار ابواب اور درجنوں فصول میں مختلف عنوانات کے تحت قرآن و حدیث کی صریح نصوص، آثار صحابہ، اقوال تابعین اور ائمہ دین کے اقوال سے بارگاہ الٰہی میں نبی رحمت ﷺ کی عظمت شان، قدر و منزلت، مقام و مرتبہ، من جانب اللہ آپ کے خُلقی و خَلقی محاسن اور تمام دینی و دنیوی فضائل کی تکمیل، آپؐ کے ہاتھ مبارک پر ظاہر ہونے والی آیات، سینکڑوں معجزات اور اللہ کریم نے آپؐ کو جن خصائص اور کرامات سے نوازا ہے، ان کی ایمان افروز اور حیران کن تفصیلات سے پردہ اٹھاتے ہوئے آپؐ کی نبوت و رسالت کو عقلی و نقلی اور ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا ہے۔

نیز ان مباحث کے ضمن میں باری تعالیٰ کا آخری، آفاقی، دائمی رسول اور خاتم النبییّن ہونے کی حیثیت سے آنجناب ﷺ پر اُمّت کے جو حقوق عائد ہوتے تھے مثلاً تمام احکام الٰہی کی من و عن تبلیغ، کتابِ الٰہی اور حکمت کی تعلیم و تبیین، لوگوں کے نفوس کا تزکیہ، معاشرتی زندگی سے متعلق طہارت کے مسائل سے لے کر سیاست و حکومت اور بین الاقوامی معاملات تک ہر چھوٹے بڑے معاملے میں کمال دلسوزی سے راہنمائی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، دنیا و آخرت کی فلاح و کامیابی اور عزّت و غلبہ، اطمینان و سکون خوشحالی و فراوانی کے حصول کے اصول و ضوابط کی تعلیم و ہدایت اور سب سے بڑھ کر توحید الٰہی اور ایمان و اسلام کی لازوال دولت اور روشنی سے خلقِ خدا کو روشناس کرانا، بت پرستی اور شخصیت پرستی سے انسانوں کو نجات دلانا، دنیا کے مظلوم اور کمزور طبقات کو طاقتوروں کے ظلم و زیادتی سے چھٹکارا دلانا، خاندان،

قبائل، رنگ، نسل کے امتیازات کو مٹا کر سارے انسانوں کی انسانی بنیاد پر برابری کا اعلان، طیبات کو امت کے لیے حلال اور خبائث / ناپاک اشیاء کو حرام ٹھہرانا، شرعی احکام کی سختی سے امت کو نجات دلا کر آسان دین سے روشناس کرانا وغیرہ ان کی ادائیگی کے بعد اخلاقی اور شرعی طور پر نبی رحمت ﷺ کے جو حقوق امت پر عائد ہوتے ہیں انہیں قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے اپنی درج بالا الہامی کتاب کی دوسری قسم میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ ان حقوق میں آپ کا سب سے پہلا حق "ایمان بالرسول ﷺ" کا ہے۔ آئندہ سطور میں قاضی عیاضؒ کے بیان کردہ اسی حق "ایمان بالرسول" اور اس کی عصری معنویت پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

چنانچہ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ہماری سابقہ مباحث اور دلائل سے جب آپؐ کی نبوت کا ثبوت اور آپؐ کی رسالت کا صحیح ہونا ثابت ہو گیا تو آپؐ کی ذات پر عقل و نقل اور انصاف کی رُو سے ایمان لانا اور جو تعلیمات یا دین آپ لائے ہیں اس کی تصدیق کرنا واجب ٹھہرا۔ پھر انہوں نے سورۃ التغابن ۶۴ کی آیت ۸ (فَآمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا)، سورۃ الفتح ۴۸ کی آیت نمبر ۸-۹ (اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ) اور سورۃ الاعراف ۷ کی آیت ۱۵۸ (فَآمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ) سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ حضرت نبی محمد ﷺ پر ایمان لانا واجب اور متعیّن ہے اور آپؐ کی نبوت و رسالت پر ایمان لائے بغیر ایمان مکمل ہو سکتا ہے نہ اسلام صحیح ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا (سورۃ الفتح ۴۸/ ۱۳)

(اور جو آدمی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لائے گا تو (وہ کافر ہے اور) ہم نے کافروں کے لیے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔)

اس کے بعد قاضی عیاضؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے:

"اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حتّٰی یشھدوا ان لا الٰہ اِلَّا اللہ ویؤمِنُوْا بی و بما جئت بہ فاذا فَعَلُوْا

ذالك عصموا منّي دماءهم وَاموالهم اِلّا بحقها وَحسابهم على الله"

(مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام لوگوں سے قتال / جہاد کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کائنات میں کوئی عبادت / بندگی کے لائق نہیں نیز وہ مجھ پر اور جو کچھ میں لایا ہوں اس پر ایمان لے آئیں۔ تو جب انہوں نے یہ کام کر لیا تو انہوں نے میری طرف سے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو محفوظ کر لیا اِلّا یہ کہ ان کی جان اور مال لینا کسی جرم کی پاداش میں شرعاً جائز ہو جائے اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے)

ان تمہیدی بنیادی اور اصولی کلمات کے بعد قاضی عیاض رحمہ اللہ نے "ایمان بالرسول" کی یوں فنّی تعریف کی ہے:

"والایمانُ به صلی الله علیه وسلم ہو تصدیق نبوتهٖ و رسالة الله لهٗ وتصدیقه فی جمیع ماجاء به وَ ماقاله و مطابقةُ تصدیق القلب بذالک شہادة اللسان بانّه رسول الله صلی الله علیه وسلم فاذا اجتمع التصدیق به بالقلب والنطق بالشہادة بذالک باللسان تمّ الایمانُ به والتصدیقُ له"[1]

(اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی جائے اور یہ تسلیم کیا جائے کہ آپ ﷺ اللہ کے منتخب رسول (پیغمبر) ہیں اور ان تمام حقائق، عقائد اور اوامر کی جو آپ ﷺ (قرآن و سنت کی شکل میں) لائے اور جو کچھ آپ ﷺ نے امر و نہی سے متعلّق فرمایا (آپ کی زبان سے نکلا) اس تمام کی تصدیق کی جائے۔ پھر اس چیز کی قلبی تصدیق کے ساتھ ساتھ زبانی گواہی کی مطابقت یا زبانی اقرار اور بلاخوف و خطر برملا اعتراف بھی ضروری ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے برحق رسول ﷺ ہیں۔ جب آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی پورے شرح صدر سے قلبی تصدیق اور زبانی اقرار جمع ہوں گے تب آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کی تصدیق کا مرحلہ مکمل ہو گا)

اب اس تعریف کی عصری معنویت و افادیت جاننے کے لیے اس کی قدرے تشریح ضروری ہے۔ تو اس تعریف کے درج ذیل تین بنیادی نکات ہیں:

۱۔ حضور اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کی تصدیق۔

۲۔ آپ ﷺ جو کچھ لائے اور جو کچھ زبان نبوت سے فرمایا، اس کو سچا اور برحق سمجھنا۔

۳۔ نبوت ورسالت محمدیؐ کی قلبی تصدیق اور زبانی اقرار

ا۔ نبوت ورسالت محمدی کی تصدیق

یہ بات اسلام کے مسلمہ اور بدیہی عقائد میں شامل ہے اور قرآن وسنت کی متعدد نصوص سے ثابت ہے کہ "نبوت ورسالت" انسانیت کی ہدایت اور بندگان خدا تک اللہ جلّ شانہ کی پیغام رسانی کا وہ عظیم منصب اور اتنی عظیم گراں اور اہم ذمہ داری ہے جس کے لیے اللہ کریم نے ہمیشہ غیر معمولی صلاحیتوں اور انتہائی استعداد کے حامل لوگوں کا انتخاب فرمایا۔ یہ منصب محض عطیہ وفضل الٰہی اور موہبت ربانی ہے۔ یہ کوئی کسبی وموروثی چیز نہیں کہ کوئی آدمی اپنی عبادت وریاضت اور مجاہدے، دنیوی جاہ وجلال، مال ومنال، خاندان ونسب اور حکومت واقتدار کے بل بوتے پر یاوراثت کے طور پر حاصل کرلے اور نہ ہر کس وناکس کو ایسی جلیل القدر اور نازک ذمہ داری پر فائز کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اہل مکّہ نے جب یہ کہا کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہمیں بھی اس طرح کی آیات ومعجزات نہیں دیے جاتے جس طرح کے رسول مقبول ﷺ کو عنایت ہورہے ہیں تو اللہ کریم نے واضح فرمایا:

"اَللّٰهُ اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَتَهٗ" (سورۃ الانعام:۱۲۴)

اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ اپنی پیغام رسانی کے منصب کو کہاں رکھے گا (کس آدمی کو منصبِ رسالت پر ائز کرے گا)

دوسری جگہ فرمایا:

"اَللّٰهُ يَصۡطَفِىۡ مِنَ الۡمَلٰٓـئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ" (سورۃ الحج:۷۵)

اللہ کریم بعض ملائکہ اور بعض انسانوں کو بطور رسول (پیغمبر) چن لیتا ہے۔

لہٰذا حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کی تصدیق کا مطلب یہ ہے کہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے بلا جبر واکراہ اور بلاخوف وطمع پورے شرح صدر سے اس بات کا یقین کیا جائے اور اعتقاد رکھا جائے کہ آپ ﷺ کا دعوائے نبوت ورسالت سو فیصد سچ ہے۔ آپ ﷺ پر جو قرآن مجید نازل ہوا ہے وہ واقعی اللہ کریم کا کلام ہے، آپ ﷺ کا ہر نطق وحی الٰہی ہے اور آپ ﷺ واقعی اللہ کے منتخب مصطفیٰ مجتبیٰ محبوب اور آخری رسول ہیں۔ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کے معاملے میں آپؐ پر شک وتردُّد تو بہت دور کی بات ہے،

آپ ﷺ کے کسی معاملے میں فیصلے کو بھی اگر شک کی نگاہ سے دیکھا جائے اور کوئی فریق اس فیصلے سے تنگ دل ہو گا اور پورے شرح صدر اور خندہ پیشانی سے اس کو قبول نہیں کرے گا تو ازروئے قرآن وہ اسلام و ایمان سے خارج ہو جائے گا۔ چنانچہ بڑی تاکید اور زوردار انداز میں سورۃ النساء کے اندر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ الخ

ترجمہ: "سو آپ کے پروردگار کی قسم ہے یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک کہ یہ اس جھگڑے میں جو ان کے آپس میں ہو، آپ کو حکم نہ بنالیں اور پھر جو فیصلہ آپ فرمادیں اس سے اپنے دلوں میں کسی قسم کی تنگی نہ پائیں اور اس کو پورا پورا تسلیم کرلیں"(سورۃ النساء:۶۵)

فقہاء مفسّرین نے اس آیت کریمہ سے استنباط کرتے ہوئے لکھا ہے:

"و فی ھذہ الآیۃ دلالۃٌ علی من ردّشیئاً مّن اوامر اللہ تعالی اوا وامر رسول اللہ ﷺ فھو خارج من الاسلام سواء ردّہ من جھۃ الشّکّ اومن جھۃ ترک القول والامتناع من التسلیم"[2]

(اس آیت کریمہ میں اس امر کی دلالت موجود ہے کہ جس آدمی نے اللہ کے اوامر یا رسول اللہ ﷺ کے اوامر (احکام) میں سے کسی چیز کو رد کیا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ رد کرنا چاہے شک کی جہت سے ہو اور چاہے قبول نہ کرنے اور قبول کرنے سے رکنے کی جہت سے ہو۔)

یہی وجہ ہے کہ جلیل القدر صحابی سیدنا عمر فاروق اعظمؓ سے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جوش ایمان میں اور ایمانی غیر و حمیت کے باعث جب رسول مقبول ﷺ کے فیصلے یعنی آپ ﷺ کے قریش مکہ کی اہانت آمیز شرائط صلح کو قبول کرلینے پر تھوڑے سے تردد کا اظہار ہو گیا تو اس کی تلافی کے لیے مدتوں نوافل اور صدقات ادا کرتے رہے۔

اس اجمال کی تفصیل کچھ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کی جو شرائط کفار قریش اور مسلمانوں کے درمیان طے پا رہی تھیں وہ بظاہر اہانت آمیز اور کمزوری کا مظہر تھیں مثلاً یہ کہ امسال مسلمان مکے میں داخل نہیں ہوں گے اور نہ عمرہ کریں گے بلکہ آئندہ سال عمرے کے لیے صرف تین دن مکہ میں ٹھہر سکیں گے۔ اسی طرح دس سالہ جنگ بندی کی مدت کے دوران اگر قریش میں سے کوئی شخص بھاگ کر مسلمانوں کے پاس چلا

جائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص قریش کے پاس چلا جائے گا تو اسے واپس نہ کریں گے۔ وغیرہ۔

ان شرائط میں اگرچہ ایک "فتح مبین" اور "خیر عظیم" پنہاں تھی مگر اس تک رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کی نظر نہیں پہنچ رہی تھی۔ اس لیے حضرت عمرؓ عرض کیا: "کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں؟ اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ حضرت عمرؓ نے پھر عرض کیا "تو آخر ہم اپنے دین کے معاملے میں یہ ذلّت کیوں اختیار کریں" آپ ﷺ نے فرمایا: "میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور وہ میرا مددگار ہے۔" حضرت عمرؓ سے جوش ایمان میں بھی صبر نہ ہوا اور جا کر یہی سوالات حضرت ابو بکرؓ سے کیے تو انہوں نے بھی ویسا ہی جواب دیا جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے دیا تھا۔ اب حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے مگر بعد میں فرمایا کرتے تھے:

"فعملت لذلک اعمالًا" میں نے (رسول اللہ ﷺ کے سامنے) اس گستاخی اور جرأت کی تلافی کے لیے کئی اعمال (نفلی نماز، روزے، صدقات وغیرہ) کیے۔[3]

رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کا اعتقاد صحابہ کرامؓ کے دلوں میں اس طرح جم گیا تھا جس طرح پتھر پر لکیر ہو۔ اس لیے اس کے مٹنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔ اس کی ایک مثال کا ظہور صلح حدیبیہ کے موقعہ پر یوں ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے جب صلح نامہ کی عبارت لکھی اور اس میں لکھا کہ یہ معاہدہ محمد رسول اللہ اور قریش مکہ کے درمیان طے پایا تو سفیر مکہ نے کہا۔ سارا جھگڑا تو "محمد رسول اللہ ﷺ" کا ہے۔ اگر ہم یہ بات تسلیم کر لیں تو پھر جھگڑا کاہے کا؟ اس لیے "محمد بن عبد اللہ" لکھا جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے از راہ حکمت و مصلحت یہ شرط منظور کر لی اور حضرت علی المرتضیٰؓ سے فرمایا: "محمد رسول اللہ" کے الفاظ مٹا دیں۔ صحابہ کرامؓ اگرچہ حضور ﷺ کی نافرمانی کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اس کے باوجود حضرت علی المرتضیٰؓ کی ایمانی غیرت نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ ان الفاظ کو مٹا دیں اس لیے عرض کیا:

"لا واللہ لا امحوك ابدًا"[4]

نہیں اللہ کی قسم میں آپ ﷺ کا نام نامی کبھی نہیں مٹاؤں گا۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کی اس ایمانی کیفیت اور ایمان بالرسالۃ میں حد درجہ شدت کے طبعی عذر کو ملاحظہ فرماتے ہوئے خود ان الفاظ کو مٹادیا اور محمد بن عبد اللہ لکھ کر معاہدۂ صلح مکمل کرایا۔

(۲) رسول اکرم ﷺ جو کچھ لائے اور جو کچھ فرمایا، اس کی تصدیق

"ایمان بالرسالۃ" کا دوسرا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے پیغمبر خدا ﷺ ہونے کے ناطے جن جن حقائق کی خبر دی ہے، چاہے وہ ہمارے ادراک واحساس سے ماوراء حقیقتیں ہی کیوں نہ ہوں، سب کچھ اس لیے ماننا اور تصدیق کرنا کہ ان کی خبر رسول مقبول ﷺ نے دی ہے مثلاً ذات بار تعالیٰ اور اس کی صفات، ملائکہ، وحی الٰہی، برزخ، عذاب قبر، یوم محشر، حیات بعد المماۃ اور جنت دوزخ کی خبر وغیرہ۔ کیونکہ دین کی خاص اصطلاح میں ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر ایسی حقیقتوں سے متعلق جو ہمارے حواس اور آلات ادراک کی حدود سے ماوراء ہوں، جو کچھ بتلائیں ور ہمارے پاس جو علم وہدایت اللہ کی طرف سے لائیں ہم ان کو سچا مان کر اور ان پر اعتماد کر کے اس میں ان کی تصدیق کریں اور اس کو حق مان کر قبول کریں۔ قرآن کے الفاظ میں یہی چیز "ایمان بالغیب" ہے۔ چنانچہ اللہ کریم نے اپنی کتاب کو جن متقی لوگوں کے لیے نافع قرار دیا ہے۔ ان کا پہلا وصف ہی یہ ہے کہ "یُؤمِنُون بالغیب" وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ (سورۃ البقرہ ۲/ ۳) پیغمبر ﷺ کی اس قسم کی کسی ایک بات کو بھی نہ ماننا یا اس کو حق نہ سمجھنا اس کی تکذیب ہے، جو آدمی کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتی ہے۔ پس آدمی کے مؤمن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ "کل ماجاء بہ الرسول من عند اللہ" یعنی ان تمام چیزوں اور حقیقتوں کی جو اللہ کے پیغمبر اللہ کی طرف سے لائے، تصدیق کی جائے اور ان کو حق مان کر قبول کیا جائے۔

جہاں تک ایمان بالرسالۃ کے لیے آپ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے نکلی ہوئی کسی بھی بات کی تصدیق اور اس کے سچ ہونے اور کبھی غلط نہ ہونے کا تعلق ہے تو واضح رہے کہ قرآن وحدیث کی متعدّد نصوص سے ثابت ہے کہ صداقت اور نبوت لازم وملزوم ہیں۔ صداقت اور سچائی نبوت کا ایسا جزولاینفک ہے جو کسی بھی قیمت پر اور کسی بھی حال میں نبی سے جدا نہیں ہوسکتا۔ نبی کی سب سے بڑی پہچان اور سب سے بڑا امتیاز ہی اس کا اپنے قول وفعل میں ہر قیمت پر سب سے بڑھ کر سچا ہونا ہے۔ دین اور شریعت کی ساری عمارت ہی پیغمبر کی صداقت وحقانیت پر کھڑی ہے۔ اس میں اگر سر مُو بھی فرق آجائے تو ان کے دین، ان کی ساری باتوں اور دعووں کی عمارت دھڑام سے زمین بوس ہو جائے۔ یہی وجہ ہے اللہ کریم نے اپنے

بعض انبیاء کا تعارف کراتے اور ان کی عظمتِ شان بیان کرتے ہوئے ان کے "وصف صدیقیت" کا بطور خاص تذکرہ فرمایا ہے۔ چنانچہ جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلّق ارشاد ہوا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا[5]

اور اے پیغمبر آپ اِس کتاب میں حضرت ابراہیم کو یاد کیجیے بیشک وہ بہت بڑے سچے نبی تھے۔

اسی طرح دوسری آیات میں حضرت ادریسؑ[6] اور حضرت یوسفؑ[7] کو بھی "صدیق" کا عظیم الشان لقب دیا جبکہ حضرت اسماعیلؑ کو "صادق الوعد" (وعدے / بات کا سچا) کے لقب سے نوازا گیا۔[8]

اب مذکورہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اِس خداداد لقب "صدیّق" کا معنیٰ ملاحظہ ہو۔

امام راغب اصفہانی مادہ "صدق" کے معنیٰ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والصّدّيق مَن كثرمنه الصدق و قيل بل يُقال لمن لايكذب قطّ و قيل بل لمن لايأتى منه الكذب لتعودّه الصدقَ وقيل بل لمن صدقَ بقوله واعتقاده و حقّق صدقَهُ بفعله[9]

(اور صدّیق وہ آدمی ہے جس سے ہمیشہ سچ کا اظہار ہوتا ہے، اور کہا گیا ہے کہ بلکہ صدیق اس آدمی کو کہا جائے گا جو کبھی جھوٹ نہ بولتا ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صدیق اسے کہا جائے گا جس سے کبھی جھوٹ کا ارتکاب نہ ہوتا ہو اس لیے کہ ہمیشہ سچ بولنا اس کی عادت بن چکی ہوتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صدیق اسے قرار دیا جاتا ہے جو اپنے زبانی قول اور اپنے دلی اعتقاد میں سچ بولے اور اپنی سچائی کو اپنے فعل سے ثابت کردے۔

اللہ کریم کے آخری نبی و رسول اور محبوب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے اوصاف حسنہ اور کمالات عالیہ میں "صدق / سچائی" وہ بنیادی امتیازی اور نمایاں وصف تھا جس کا اعتراف آپ کے دشمنوں کو بھی تھا۔ چنانچہ اعلان نبوت کے بعد مشرکین و کفار مکہ نے آپ کی تعلیمات اور برزخی اور اخروی زندگی اور حساب کتاب کے عقائد کو بعید از قیاس سمجھتے ہوئے آپ کو مجنوں، ساحر، شاعر اور کاہن وغیرہ تو ضرور کہا مگر کسی کو آپ کی چالیس سالہ صداقت کو دیکھتے ہوئے آپ کو جھوٹا قرار دینے کی جرأت نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ دشمنان و مخالفین رسول کے سرغنہ ابوجہل نے بھی ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ سے کہا:

اِنّالا نُکذّبُك ولٰکن نُکذّب بماجئتَ به فانزلَ الله تبارك و تعالیٰ "فَاِنَّهُمْ لَا یُکَذِّبُوْنَكَ وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللهِ یَجْحَدُوْن"[10]

(بیشک ہم آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتے بلکہ ہم اس دین کو جھٹلاتے ہیں جسے تم لائے ہو تو اس موقعہ پر اللہ کریم نے یہ آیت نازل فرمائی: تو بلاشبہ وہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے ہیں بلکہ یہ ظالم لوگ اللہ کی آیات کا جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں)

صداقتِ نبوی پر درج بالا خدائی شہادت کے بعد ایک مستند گواہی زبانِ نبوت وحی ترجمان سے بھی ملاحظہ ہو:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں ہر وہ چیز لکھ لیا کرتا تھا جسے اللہ کے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے سن لیتا اس ارادہ سے کہ اسے محفوظ کرلوں۔ تو یہ دیکھ کر قریش (چند صحابہ کرام) نے مجھے روک دیا اور انہوں نے کہا: کیا تو ہر وہ چیز لکھ لیتا ہے جسے تو سن لیتا ہے جبکہ صورت حال یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ بھی ایک بشر / انسان ہیں۔ آپ (بعض اوقات) غصّے (کی حالت) میں گفتگو فرماتے ہیں اور (بعض اوقات) خوشی کی حالت میں تو (یہ سُن کر) میں لکھنے سے رُک گیا پھر میں نے یہ معاملہ اللہ کے رسول ﷺ کو ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اپنی انگلی مبارک سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا:

اُکتب فوالّذی نفسی بیدہ مایخرُج منہ الّاحقٌّ[11]

(تم لکھ لیا کرو۔ میں اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ اس منہ سے نہیں نکلتا مگر حق)

اسی طرح اعلانِ نبوت کے تین سال بعد اعلانیہ دعوت اسلام دینے کے لیے جب رسول مقبول ﷺ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر تمام قبائل کو جمع ہونے کی آواز دی اور سب کے جمع ہونے پر پوچھا کہ "اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ اس وادی (پہاڑ) کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنا اور شب خون مارنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات مانوں گے؟ تو سب نے بیک آواز جواب دیا: ہاں کیونکہ ہم نے آپ کی زبان سے سچ کے سوا کبھی کوئی بات نہیں سنی (مَا جرّ بنا علیک الاّ صدقاً)[12]

علیٰ ھذا القیاس رئیس مکہ حضرت ابوسفیان بن حرب اموی سے (جبکہ وہ ابھی اسلام نہیں لائے تھے) ہرقل شاہ روم نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جب یہ سوال پوچھا کہ:

"فهل كنتم تتهمونه بالكذب قبل ان يقول ما قال"

کیا تم نے پیغمبر اسلام کے دعوائے نبوت سے پہلے کبھی انہیں جھوٹ بولتے سنا ہے؟

تو ابوسفیان کو کہنا پڑا کہ "لا" (نہیں)[13]

صحابہ کرامؓ کے رسول اکرم ﷺ کے ہر قول اور آپ ﷺ کی زبان نبوت سے نکلی ہوئی ہر بات پر ایمان و یقین کا جو عالَم تھا (جس کی متعدد مثالیں حدیث اور سیرت کی کتابوں میں ملتی ہیں) اس کے متعلق اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا اور سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہو سکتا تھا مگر حضور ﷺ کی زبان سے نکلی ہوئی بات غلط نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اسی کمال درجہ کے ایمان بالرسالۃ نے حضرت ابو بکرؓ کو "صدیق" کا خطاب دیا تھا۔ علاوہ ازیں بھی متعدد مثالیں ہیں جن کی یہاں گنجائش نہیں ہو سکتی۔ تاہم زیر بحث نکتہ کی وضاحت کے لیے چند مثالوں کا مطالعہ بے جا نہ ہوگا۔

۱۔ سنن نسائی میں ہے: ایک بار حضرت عمران بن حصینؓ نے یہ حدیث بیان کی کہ "اہل و عیال کے رونے سے مردے پر عذاب ہوتا ہے" اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا کہ "آدمی خراسان میں مر جائے اور اہل عیال یہاں پر ماتم کریں تو کیا آپ کے خیال میں اس پر خراسان میں عذاب ہوگا؟" اس تکذیب نما سوال پر حضرت عمران بن حصینؓ نے جوش ایمان میں فرمایا:

"صدق رسول الله ﷺ و كذبت انت"[14]

رسول اللہ ﷺ نے جو فرمایا وہ سچ ہے اور تو جھوٹ بکتا ہے۔

۲۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی کرتے ہوئے فرمایا: "آئندہ زمانے میں اسلام اتنی ترقی کرے گا اور پھیلے گا کہ تمہاری مختلف جماعتیں قائم ہو جائیں گی۔ کوئی جماعت شام میں رہے گی، کوئی یمن میں اقامت پذیر ہوگی اور کوئی عراق میں سکونت اختیار کرے گی" اس پیشین گوئی پر حضرت ابن حوالہؓ اس وثوق اور یقین کے ساتھ ایمان لائے کہ آپ ﷺ سے درخواست کی کہ "ممکن ہے میں بھی اس زمانہ تک زندہ رہوں، اس لیے آپ ﷺ خود میری اقامت گاہ متعین فرما دیجیے" تو آپ ﷺ نے

فرمایا" علیکم بالشام" "تمہارے لیے شام میں رہنا لازم ہے کیونکہ وہ اللہ کی پسندیدہ جگہ ہے جہاں اللہ کے پسندیدہ بندے کھچے چلے آئیں گے"۔[15]

۳۔ ایک بار آپ ﷺ نے کسی بدو سے گھوڑا خریدا اور قیمت ادا کرنے کے لیے اس کو ساتھ لے چلے لیکن آپ ﷺ تیزی سے آگے بڑھ گئے اور بدو پیچھے رہ گیا، لیکن جن لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ آپ ﷺ نے اس کو خرید لیا ہے، وہ بدو سے بھاؤ تاؤ کرنے لگے، خریداروں کو دیکھ کر بدو نے آپ ﷺ کو پکار کہا: "لینا ہو تو لے لیجیے ورنہ میں گھوڑے کو فروخت کر ڈالتا ہوں" آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے تو اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دیا ہے، وہ بولا "نہیں، اگر گواہ ہو تو لائیے"، حضرت خزیمہؓ بن ثابت اگرچہ بیع کے موقع پر موجود نہ تھے، تاہم کہا: "میں شہادت دیتا ہوں کہ تم نے آپ ﷺ کے ہاتھ گھوڑا فروخت کر دیا ہے" اس پر حضور ﷺ نے خزیمہ سے پوچھا "تم نے کیوں کر شہادت دی"؟ انہوں نے عرض کیا "آپ کی تصدیق کی بنا پر" اس موقع پر یا اس ایمان بالرسالت پر ان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ ﷺ نے ان کی اکیلی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا۔[16]

۴۔ صحابہ کرامؓ کے عہد میں بچہ بچہ یہ راسخ عقیدہ رکھتا تھا کہ رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے جو لفظ نکل جائے گا، اس کے خلاف نہ ہو گا۔ چنانچہ ایک بار آپ ﷺ نے اپنے خادم حضرت انسؓ کی والدہ اُمّ سلیمؓ کی ایک یتیم بچی کو از راہِ مزاح فرمادیا: "تو بہت بڑی ہو گئی ہے۔ تیری عمر زیادہ نہ ہو" وہ روتی ہوئی حضرت اُمّ سلیمؓ کے پاس آئی اور کہا: آپ ﷺ نے مجھ کو یہ بد دعا دی ہے۔ اب میرا سن ترقی نہ کرے گا۔ وہ فوراً حاضر خدمت ہوئیں اور کہا کہ آپ ﷺ نے میری یتیمہ کو یہ بد دعا دی۔ آپ ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا: "ام سلیم: تجھے یہ معلوم نہیں کہ میں نے اپنے رب سے یہ شرط کر رکھی ہے کہ (بارالہا) میں بھی آدمی ہوں اور آدمیوں کی طرح خوش اور رنجیدہ ہوتا ہوں، پس جس کو میں ایسی بد دعا دوں، جس کا وہ مستحق نہیں تو یہ بد دعا اس کے لیے پاکی، تزکیہ اور نیکی ہو گی۔[17]

(۳) نبوت ورسالت محمدی ﷺ کی قلبی تصدیق اور زبانی اقرار

ایمان بالرسالۃ کی مذکورہ بالا تعریف کے مطابق اس کا تیسرا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی قلبی تصدیق کے ساتھ زبان سے اقرار بھی کیا جائے۔ اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ تصدیق میں زبان اور دل کی ہم آہنگی تکمیل ایمان کا ذریعہ اور محمود و مطلوب حالت ہے جبکہ بدترین حالت

یہ ہے کہ آدمی کسی لالچ یا خوف کے باعث زبان سے تو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا اقرار کرے مگر اسکا دل اس زبانی اقرار و شہادت کی تصدیق نہ کر رہا ہو۔ اسی کیفیت کا نام شریعت کی اصطلاح میں "نفاق" ہے۔ چنانچہ مُنافقینِ مدینہ کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ" (سورۃ المنافقون ۱:۶۳)

(جب آپ ﷺ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کو معلوم ہے کہ آپ ﷺ بلاشبہ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ منافقین (اس زبانی دعویٰ میں) قطعاً جھوٹے ہیں۔)

ایسے لوگ جو دل سے نبوت و رسالت کی تصدیق نہیں کرتے لیکن زبان سے اقرار کرتے ہیں تو عند اللہ ایسے لوگ کافر ہیں اور آخرت میں کفار کے ساتھ جہنم کے نچلے درجے میں جائیں گے۔ البتہ دنیا میں اسلام کا حکم ان پر باقی رہے گا کیونکہ انہوں نے اعلانیہ زبان سے توحید و رسالت کا اقرار کیا ہے۔ اسی بنیاد پر ان پر مسلمانوں کے تمام دنیوی احکام جاری کیے جائیں گے کیونکہ انسان کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں جس کی مدد سے وہ لوگوں کے دل پھاڑ کر ان کا حال معلوم کرلے اور نہ انسان کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ دل کے ایمان کا کھوج لگائے۔[18]

قاضی عیاض کی "کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ" میں درج ایمان بالرسول کی مذکورہ بالا تعریف اور اس کی قدرے توضیح و تشریح کے بعد اس کی معنویت و افادیت کے حوالے سے عرض ہے کہ رسول پر ایمان کے لیے یہی بات کافی نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو اللہ کا سچا اور برحق نبی سمجھا جائے اور آپ کے تمام اقوال و افعال کی تصدیق کی جائے اور آپ کی زبان سے صادر ہونے والے ہر ارشاد کو سچا سمجھا جائے بلکہ اس زبانی و قلبی تصدیق کا تقاضا ہے کہ دین دنیا اور زندگی کے تمام چھوٹے بڑے معاملات و امور میں آپ نے جو ہدایات دی ہیں اور جن امور سے منع فرمایا ہے پھر ان اوامر و نواہی پر عمل کے جو عواقب نتائج بتائیں ہیں ان پر بھی ہمارا اسی طرح پورا یقین اور مکمل اعتماد ہونا چاہیے جس طرح صحابہ کرام کا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت اور آپ کے اقوال و فرمودات کو برحق اور سچا سمجھنے کے باوجود ان پر عمداً عمل نہ کرنا عملی انکار کے مترادف ہے اور اس بات کا اندیشہ ہے کہ آدمی نبی رحمت ﷺ کی بیان

کردہ اس وعید کا مستحق نہ بن جائے۔ جسے امام بخاری کے علاوہ قاضی عیاضؒ نے بھی نقل کیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تنبیہ کے انداز میں فرمایا:

کُلُ امّتی یدخلون الجنّۃ الاّمَنْ ابی قالوا ومن یأبی قال من اطاعنی دخل الجنّۃ ومن عَصَانی فقد ابیٰ[19]

(میری امت کے تمام لوگ جنت میں داخل ہوں گے مگر وہ آدمی (جنت میں داخلہ سے محروم رہے گا) جس نے انکار کیا۔ صحابہ نے دریافت کیا: اور کون آدمی انکار کرے گا؟ اس پر آپؐ نے وضاحت فرمائی کہ جس آدمی نے میری فرمانبرداری / اطاعت کی تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے گویا میرا انکار کیا۔)

علاوہ ازیں نبی رحمت ﷺ نے حضرت ابن عمرؓ سے مروی ایک حدیث کے اندر دوٹوک اور واشگاف الفاظ میں اپنی امت کو متنبہ فرمایا ہے کہ

جُعل رزقی تحت ظلّ رُمحی وجُعِلَ الذلّۃ والصغار علیٰ من خالف اَمْرِیْ[20]

(میرا رزق میرے نیزے کے سایے کے نیچے رکھ دیا گیا ہے اور ذلّت وخواری اس آدمی کا مقدر بنادی گئی ہے جس نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی)

یہ تنبیہ اگرچہ ایک خاص سیاق سباق میں فرمائی گئی ہے مگر الفاظ کا عموم بتارہا ہے کہ جس آدمی یا قوم نے بھی انفرادی یا اجتماعی طور پر اپنے معاملاتِ زندگی میں نبی رحمت ﷺ کی جان بوجھ مخالفت کی تو ذلت و خواری ہر قیمت پر اس کا مقدر بن کر رہے گی اور کوئی طاقت اسے اس انجام سے نہیں بچاپائے گی۔ اور جس فرد یا قوم نے آپ کے فرمودات اور تعلیمات کو حرز جاں بنایا اور آپ کے طرز عمل کو اپنایا تو کامیابی، کامرانی، سرخروئی اور خوشحالی اس کے قدم چومے گی۔ شاید اسی صداقت و حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے علّامہ اقبال نے کہا تھا: ؎

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں　　یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں مثلاً معیشت، معاشرت، تجارت، مزارعت، معاملات، کاروبار، لین دین، خوشی غمی، تہذیب و تمدن، ثقافت، تفریح، حکومت، سیاست، سفارت، وزارت، صدارت، بین الاقوامی تعلقات و معاملات سے لے کر عبادات، تصوف، روحانیت، تعلیم و تدریس، وعظ و نصیحت، امامت و

خطابت اور مدارس و جامعات تک زندگی کا کونسا ایسا شعبہ اور پہلو ہے جس میں نبی رحمت ﷺ نے دنیوی اور اخروی فلاح کا ضامن اسوہ حسنہ اور کامیابی کی ضامن تعلیمات وہدایات نہ چھوڑی ہوں مگر بد قسمتی اور سوئے اتفاق سے امت مسلمہ کی موجودہ اور عملی صورتِ حال یہ ہے کہ ہر شعبہ زندگی سے متعلق مسلمانوں کی اکثریت اگرچہ اس شعبہ میں تعلیمات و ہدایات نبوی ﷺ کی صداقت کا زبانی تو اقرار و اعتراف کرتی ہے مگر عملی طور پر ان کو اپنانے، قانون کا درجہ دینے، نظامِ حکومت کا حصہ بنانے اور مذہبی تقریبات و معاشرتی رسوم کی جگہ دینے کے لیے محض اس لیے تیار نہیں کہ تعلیماتِ نبوی ﷺ اور اسوہ رسول ﷺ کی پیروی میں خواہشات نفس کی تکمیل نہیں ہوتی، حظ نفس حاصل نہیں ہوتا، نام نمود اور شہرت کے حصول میں فرق آتا اور ذاتی گروہی مسلکی مالی حکومتی اور سیاسی مفادات پر زد پڑتی ہے۔ حالانکہ رسول اکرم ﷺ کا واضح ارشاد موجود ہے کہ:

لا یؤمن احد کم حتی یکون هواه تبعاً لما جئت به[21]

(تم میں سے کوئی ایک مؤمن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش اس دین / شریعت کے تابع ہو جائے جسے میں لایا ہوں۔)

ظاہر ہے اور یقینی بات ہے کہ امت مسلمہ کے عوام بالعموم اور علماء و مشائخ و حکمران بالخصوص جب تک نام نہاد مصلحت و حکمت پر مبنی اس بزدلانہ اور منافقانہ طرز عمل کو چھوڑ کر ڈنکے کی چوٹ پر اور ہر خوف و طمع سے بے نیاز ہو کر تعلیمات و ہدایات نبوی ﷺ کی تصدیق نہیں کرتے اور ہر قیمت پر عملی جامعہ پہنانے کی جرأت نہیں کرتے تو موجودہ من حیث الامت ذلت و اہانت آمیز صورت حال سے نجات نہیں پائی جاسکتی۔ شاید ایسی ہی صورت حال کے لیے ایک دور اندیش شاعر نے کہا ہے:

ترجو النجاة ولم تسلك مسالكها　　ان السفينة لا تجري على اليبس

(اے مخاطب: تو نجات کی امید رکھتا ہے مگر اس کے حصول کے متعین راستوں پر چلنے کی کوشش نہیں کرتا تو یاد رکھ تیری یہ امید کبھی پوری نہیں ہوگی کیونکہ کشتی کبھی خشکی پر نہیں چلا کرتی۔)

یہ بات دعوائے ایمان و محبت بلکہ انصاف کے بھی خلاف ہے کہ آدمی اظہارِ محبت کے طور پر محافل جلسے جلوسوں، اشتہاروں سٹکروں اور نعروں جیسے آسان اور مباح درجہ کے طریقہ ہائے محبت پر تو بڑا زور لگائے مگر زندگی میں ہر موقعہ اور ہر قدم پر دل و جان سے حضور ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ کے رنگ میں

رنگے جانے کے فرض و واجب حکم پر عمل کرنے سے شرم و عار محسوس کرے یا کسی قسم کی نرمی سستی مداہنت اور چشم پوشی کا مظاہرہ کرے۔

اسلام میں حضور اکرم ﷺ کا مرتبہ و مقام العیاذ باللہ کسی ''بابائے قوم'' کا نہیں کہ اس کی ولادت و برسی پر بھرپور انداز میں خراج عقیدت پیش کر دیا جائے اور اس کے قصیدے پڑھ دیے جائیں۔ مگر اس کی اطاعت و فرمانبرداری چنداں ضروری نہ سمجھی جائے۔ جبکہ اللہ کے رسول ﷺ صرف ''خراج عقیدت'' وصول کرنے کے لیے نہیں بلکہ ''خراجِ طاعت'' بھی وصول کرنے آئے ہیں۔ چنانچہ اطاعتِ رسول کے حکم الٰہی سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے۔ اگر زبانی کلامی محبّتِ رسولؐ کا دعویٰ کیا جائے اور عملی طور پر آپ کی اطاعت کر کے اس دعوئے محبت کا کوئی ثبوت فراہم نہ کیا جائے تو قاضی عیاضؒ کے نزدیک اس دعویٰ میں کوئی سچائی نہیں۔ اور انہوں نے اپنے دعویٰ کی دلیل میں کسی شاعر کی یہ رباعی پیش کی ہے: ؎

تعصی الالٰه وانت تظهر حُبّه هذا لعمری فی القیاس بدیع

(تو اپنے معبود کی نافرمانی کرتا ہے اور ادھر تو اس کے ساتھ محبت کا اظہار بھی کرتا ہے۔ میری عمر کی قسم یہ چیز تو بڑی تعجب انگیز ہے)

لو کان حبُّكَ صادقًا لَاَطَعْتَه اِنَّ المُحِبَّ لِمَن یُّحِبُّ مُطِیع

(اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کی اطاعت کرتا کیونکہ محبّ ہمیشہ اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوا کرتا ہے)

علاوہ ازیں خالصتاً مادی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو بھی حضور اکرم ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری ضروری ہے کیونکہ آپ کا دین اور تعلیمات ہی دنیا میں ہمہ جہتی فلاح، کامیابی و کامرانی، خوشحالی، امن و امان اور عزّت و آبرو سے زندہ رہنے کی ضامن ہیں۔ اب بھی امت مسلمہ اگر اپنا کھویا ہوا وقار اور عالمی عزّت و غلبہ حاصل کرنا چاہتی ہے تو وہ حضور اکرم ﷺ کے دامن رحمت سے چمٹ کر ہی ممکن ہے۔ اسی لیے ایک دانائے راز نے کہا تھا ؎

مقام خویش گر خواہی دریں دیر
بحق دل بند وراہِ مصطفیٰ رو

حواشی وحوالہ جات

1 قاضی ابوالفضل عیاض، الشفاء بتعریف حقوق مصطفیٰ، مکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر ج۲ ص۳
Qāzi Abu al Fazal Ayāz, Al Shifā bi ta'āreef Haqooq Mustafā, Maktābāh Al Tijariyyāh al Kubrāh, Egypt, vol 2, p 3

2 ابوجصاص رازی: احکام القرآن، ج۲ ص۲۶۰ مطبعہ بہیہ مصر ۱۳۴۷ھ (بذیل آیت)
Abu Jassās Rāzi, Ahkaām ūl Qurān, Mutābbah Bahiyyāh, Egypt, 1374

3 دیکھیے صحیح بخاری (كتاب الشروط باب الشروط فى الجهاد والمصالحة۔ الخ) قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۰؛
صحیح مسلم (باب صلح الحدیبیہ) طبع کلاں قدیمی کتب خانہ کراچی، ج۲ ص۲۶
Al Bukhāri, Kitāb al Shurut fil Jihād wal Musāhila'h, Qadeemi Kutab Khanā, Karachi, vol 2, p 26

4 ملاحظہ ہو: صحیح بخاری (كتاب الصلح باب كيف يكتب هذا) ج۱ ص۳۷۲ نیز ۲/۶۱۰ (باب عمرۃ القضاء)؛ صحیح مسلم:
کتاب الجہاد والسیر باب صلح الحدیبیہ) ۲/۱۰۵؛ مشکوٰۃ المصابیح (باب الصلح) ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص۳۵۵
Sāhih Bukhāri, Kitaāb ūl Sulāh, Baāb Kaifā Yaktubu Ha'azā, vol 1, p 327; Sahih Muslim, Kitaāb ul Jihaād wal siyār, H.M Saeed Company Karachi, p 355

5 سورۃ مریم۱۹ آیت۴۱
Al Maryām 19: 41

6 دیکھیے سورۃ مریم۱۹/۵۶ (وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّہٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا)
Al Maryām 19: 56

7 دیکھیے سورۃ یوسف۲۱/۴۶ (يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ)
Al Yusuf 21: 46

8 سورۃ مریم۱۹/۵۴ (وَ اذكُرْ فى الكِتٰبِ اِسْمٰعِيْل اِنَّہٗ كانَ صادِقَ الْوَعْدِ و كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا)
Al Maryām 19: 54

9 المفردات فی غریب القرآن، قدیمی کتب خانہ کراچی س ن صفحہ ۲۸۰ (بذیل مادہ صدق)
Al Mufradāt fi Ghāreeb ūl Qurān, Qadeemi Kutāb Khāna, Karachi, p 280

10 ترمذی: جامع الترمذی (ابواب التفسیر۔ سورۃ الانعام) مکتبہ رحمانیہ لاہور ۲/۶۰۴ رقم۳۰۲۳ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر تفسیر
قرطبی اور دیگر تفاسیر بذیل سورۃ الانعام آیت ۳۳
Tirmāzi, Jame'h Tirmāzi, Abwaāb ūl Tafseer, Maktābah Rahmānia, Lahore, vol 2, 406

11 ابوداؤد: سنن (كتاب العلم باب كتابة العلم) ۲/۱۵۸ رقم۳۶۴۶
Abu Dāwood, Sunnān, Kitaāb ūl Ilm, Baāb Kitāba'h ul Ilm, vol 2, p 157

12 تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: بخاری: صحیح بخاری، قدیمی کتب خانہ کراچی ج۲ ص۷۰۲ (كتاب التفسير۔ سورة الشعراء
باب قوله وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ) نیز (کتاب التفسیر۔ سورۃ تبّت يدا ابى لهب) ۲/۷۴۳؛ مسلم: صحیح مسلم،
ج۱ ص۱۴۴ (كتاب الايمان باب بيان ان من مات على الكفر فهو فى النار) قدیمی کتب خانہ کراچی؛
جامع ترمذی، (ابواب التفسیر و من سورۃ تبت یدا) مکتب رحمانیہ لاہور ۲/۶۴۶ رقم ۳۳۳۰؛ ابن سعد: الطبقات الکبریٰ دار

صادر بیروت ۱۳۸۰ھ ج۱ص ۲۰۰؛ بلاذری: انساب الاشراف، مطبوعہ مصر ج۱ص ۱۲۰۔۱۲۱؛ ابن کثیر: البدایہ والنہایہ ج۳ ص۳۸

Bukhāri, Sāhih Bukhāri, Kitaāb ūl Tafseer, Surāh Shu'arāh, Qādeemi Kutab Khānā, Karcahi, vol 2, p 702

13 صحیح بخاری (باب کیف کان بدء الوحی) ج۱ص۴

Sāhih Bukhāri, Baāb Kaifā kāna badā ūl Waāhi, vol 1, p 4

14 سنن نسائی (کتاب الجنائز باب النیاحۃ علی المیّت) مکتبہ رحمانیہ لاہور ۱/ ۲۸۶ رقم ۱۸۵۴

Sunān Nisāi, Kitaāb ūl Janāiz, Baāb ul niyāha al'a al mayyāt, Maktabāh Rahmāniā, Lahore vol 1, p 286

15 سنن ابی داوٗد (کتاب الجہاد باب فی سکنی الشام) مکتبہ رحمانیہ لاہور ۱/ ۳۸۵ رقم ۲۴۸۳

Sunān Abi Dāwood, Kitaāb ūl Jihaād, kitāb ul Jihaād baāb fi sukni al shām, Maktābāh Rahmāniā, Lahore, vol 1, p 385

16 دیکھیے: سنن ابی داوٗد (کتاب القضاء باب اذا علم الحاکم صدق شہادۃ الواحد الخ) مکتبہ رحمانیہ لاہور ۲/ ۱۵۲ رقم ۳۶۰۷؛ ابن سعد: الطبقات الکبریٰ ۴/ ۳۷۸۔۳۷۹؛ نسائی: السنن (کتاب البیوع باب التسہیل فی ترک الاشہاد علی البیع) مکتبہ رحمانیہ لاہور ۲/ ۶۸۰۔۶۸۱؛ ابن اثیر الجزری: اسد الغابہ (بذیل ترجمہ نمبر ۴۴۶۔ خزیمۃ بن ثابت بن الفاکہ) ۲/ ۱۱۹۔ دار المعرفۃ بیروت۔ لبنان ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء؛ ابن حجر: الاصابہ فی تمییز الصحابہ (بذیل ترجمہ نمبر ۲۲۵۳۔ خزیمہ بن ثابت بن الفاکہ) ۴۸۵ دار المعرفۃ بیروت۔ لبنان ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء

Sunān Abi Dāwood, Kitaāb ūl Qazā, Baāb izā allama al Hākim saddāqa' shahādāh tul wāhid, Maktabāh Rahmāniā, Lahore, vol 2, p 152

17 صحیح مسلم (کتاب البرّ والصّلۃ باب من لعنہ النبیؐ اوسبّہ الخ) ج۲ص ۳۲۴

Sāhih Muslim, Kitaāb ūl Birr wa Sillāh, vol 2, p 324

18 تفصیل کے لیے دیکھیے: قاضی عیاض الشفاء (القسم الثانی۔ الباب الاوّل)، ج۲ص ۴۔۵

Al shifā, vol 2, p 4.5

19 بخاری: الصحیح (کتاب الاعتصام باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) ۲/ ۱۰۸۱؛ قاضی عیاض: الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ (القسم الثانی۔ الباب الاول، فصل وَامّا وجوب طاعتہ) ۲/ ۷

Bukh āi, Kita ā ūl Aitasām, Baāb ūl Aitasām bil kitaāb wa sunnāh, vol 2, p 108

20 بخاری: الصحیح (کتاب الجہاد باب ماقیل فی الرماح الخ) ۱/ ۴۰۸

Bukhāri, Kitaāb ūl Jiha'ād, Baāb maa Qeelā fil rimaāh, vol , p 408

21 ابو عبداللہ: مشکوٰۃ المصابیح (باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) ص ۳۰

Abu Abdullāh, Mishkaāt ūl Msābeeh, Baāb ul Aitsa'ām bil kitaāb wal sunnāh, p 30